© rasailojaraid.com

الاشراف (۱۵۱/۳) حدیث نمبر (۱۲۷۷۲،۱۹۹۳۷)

(۳) ترمذی (۳۵۸/۳) فی البروالصلۃ، ابوداؤد (۳۰۱/۳) کتاب الادب، شرح السنۃ للبغوی (۱۳/۱۸۴)

شعروادب

پروفیسر حفیظ بنارسی

حمد و ثنائے کبریا

یہ مہرِ تاباں، یہ ماہ و اختر
یہ دشت و دریا یہ لعل و گوہر
یہ گلستاں کے خوش رنگ منظر
سب ہیں اللہ کی قدرت کے مظہر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

شامِ سیہ ہو، یا صبحِ صادق
سب کا وہ رب ہے، وہ سب کا رازق
وہ سب کا مالک، وہ سب کا خالق
دامن پسارے، سب اس کے در پر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

کالی گھٹا ہو، ٹھنڈی ہوا ہو
یا کوئی مرغِ شیریں نوا ہو
صحنِ چمن ہو، مہکی فضا ہو
تسبیح اس کی سب کی زباں پر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

ہے عرش اسی کا، کرسی اسی کی
چلتی ہے سب پر مرضی اسی کی
وہ بادشاہ ہے، شاہی اسی کی
اس کا نہیں ہے کوئی بھی ہمسر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

زیبا اسی کو ہر اک بڑائی
ہاتھوں میں اس کے ساری بھلائی
شایاں اسی کے ہر کبریائی
وہ مالکِ کل، مختارِ محشر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقریب صحیح بخاری میں شیخ الحدیث جامعہ علوم اثریہ

پیر محمد یعقوب صاحب قریشی کا خطاب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ـــــ اما بعد!

سامعین حضرات!

آج ہم بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھ رہے ہیں جس سے اس عظیم کتاب کی تکمیل ہو جائے گی۔

پڑھا لکھا طبقہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کتاب اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے، ایسا مقام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے بعد کسی بھی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ـــــ اور اس کے اس مقام پر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب اپنی صحت میں، اپنی ترتیب میں، اپنے مسائل میں اور اپنی فقہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ـــــ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اس مجلس میں اس کتاب کے بارے آپ کے حصّہ میں بھی کچھ نہ کچھ آجائے۔

صحیح بخاری صرف نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کے مسائل پر ہی مشتمل نہیں، بلکہ اس کے اندر انسان اور رحمان کے درمیان بہتر سے بہتر تعلقات پیدا کرنے کی صورتیں بھی موجود ہیں ـــــ یہ کتاب ہمیں یہ بھی بتلاتی ہے کہ ایک انسان سے دوسرے انسان کا تعلق اور برتاؤ کیسا ہونا چاہیے، نیز یہ کہ اللہ رب العزت کے اوامر و نواہی کیا ہیں؟

محدثینِ عظام اور فقہائے کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے اس کتاب کی تشریح میں ان سب باتوں کو اپنے پیشِ نظر رکھا اور بڑی کثرت سے انھیں بیان فرمایا ہے ـــــ ہم ان حضرات کی مساعیٔ جمیلہ پر انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، تاہم عام محدثین کی روش اور عام فقہاء کے طور طریقہ سے ہٹ کر اس کتاب [illegible] بھی ملتی ہیں، جنھیں سمجھنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض معترضین کے اعتراضات کے ایسے جوابات بھی دیے ہیں، جنھیں غور سے دیکھنے پر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ جوابات صرف اس جلیل القدر امام، امام بخاریؒ ہی کا حصہ ہیں۔

امام صاحب کے زمانہ میں، بلکہ اس سے بھی قبل امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے کتاب و سنت کی نصوص کو تاویلات کی بھینٹ چڑھانا شروع کر دیا تھا ——— یہ وہ عقل پرست فلسفی تھے، جو شریعت کی ہر بات کو اپنی ناقص عقل سے سمجھنے کے درپے تھے ——— اسے عقل کی سان پر چڑھاتے، جس کا نتیجہ بے شمار چیزوں کے انکار کی صورت میں برآمد ہو رہا تھا ——— مثلاً:

کتاب و سنت کی رو سے روزِ قیامت اعمال کا وزن برحق، اور ان کا میزان میں رکھا جانا ثابت ہے، لیکن فلسفۂ یونان سے متاثر لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ عقلی تقاضوں کے مطابق اعمال کا وزن نہیں ہو سکتا، چنانچہ اس کی تاویلات پر اتر آئے۔ حالانکہ اس روش کا نتیجہ بالآخر رب تعالیٰ کی ذات سے انکار کی صورت میں بھی نکل سکتا تھا، اور نکلا بھی! ——— چنانچہ بعض لوگوں نے، جو اپنے آپ کو مسلمان نہ کہلواتے تھے، یہ نعرہ بلند کیا کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا، اور جو بات عقل کے ادراک میں آئے گی، وہی تسلیم کی جائے گی، دوسری نہیں!

حالانکہ شریعت اوّلاً، عقل کو معیار قرار دیتی ہی نہیں! ——— مثلاً شریعت یہ کہتی ہے کہ پاؤں پر اگر وضو کی حالت میں موزے پہن رکھے ہوں تو معینہ مدت تک کے لیے دوسرے وضو کے وقت موزے اتارنے کی ضرورت نہیں، ان پر مسح کر لیا جائے، اور یہ مسح پاؤں کے اوپر ہو، نیچے نہیں ——— جبکہ عقل پاؤں کے نیچے مسح کی متقاضی ہے! اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا، اگر دین عقل کے سہارے پر قائم ہوتا تو پھر پاؤں کا مسح اوپر کی بجائے نیچے ہونا چاہیے تھا! ——— معلوم ہوا کہ عقل شریعت کے تابع ہے، اس پر حاکم نہیں!

ثانیاً، خود عقل کی روشنی میں بھی فلاسفہ کا یہ نظریہ قطعاً غلط ہے کہ جو چیز عقل کے ادراک میں نہ آئے، اس کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ مثلاً ایٹم ایک ایسی چیز ہے جو سنہ ۱۹۴۲، ۴۳ء میں انسان کے ادراک میں آئی اور سائنسدان اس سے قبل اس کے وجود سے آشنا نہیں ہوئے ——— فلاسفہ کے اصول کے مطابق ایٹم ... ادراک سے قبل ... موجود نہیں ہونا چاہیے تھا،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالانکہ یہ موجود تھا، اور جو اس قدر مہلک چیز ہے کہ پلک جھپکتے میں اس نے ہیروشیما اور ناگاساکی کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا ـــــ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اگر فلاسفر کے ادراک اور عقل میں نہیں آرہی، تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں، بلکہ موجود ہے!

مسلمان کہلوانے والے فلسفۂ یونان سے متاثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکار تو نہ کیا، ہاں صفات کا انکار کرنے لگے، اور یہ انکار بڑھتا ہی چلا گیا ـــــ ان کا کہنا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تو موجود ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس کی ذات سے علیحدہ کوئی وجود نہیں!

معزز سامعین!

بات داؤ پیچ کی ہے، مکر و فریب کی ہے، سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کی ہے ـــــ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار ہوگا، تو نتیجۃً اس کی ذات سے بھی انکار لازم آئے گا ـــــ یہ بات تو قطعی طے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی نگاہ نہیں پا سکتی ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ" ( )

"نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، جب کہ وہ (اللہ رب العزت) نگاہوں کا ادراک رکھتا ہے!"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، روزِ قیامت گو انسانی نظر اللہ تعالیٰ کو پا سکے گی، تاہم پردہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اردگرد موجود ہوگا۔ اگر یہ پردہ بھی علیحدہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ناممکن ہوگا ـــــ لیکن جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے، نہ تو آج تک کسی انسان نے اللہ تعالیٰ کا ادراک کیا ہے، نہ ہی کر سکتا ہے ـــــ اندریں حالات یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہی تو ہیں کہ جن کی بنا پر ہم اس ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں۔ مثلاً ہم اپنے بچوں سے یوں کہتے ہیں کہ اللہ وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، جس نے ہمیں پیدا کیا، جو ہم سب کو رزق دیتا ہے، مارتا ہے، جلاتا ہے ـــــ وغیرہ وغیرہ! ـــــ اگر ہم ان صفات کا حوالہ نہ دیں تو آپ ہی بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت ہو تو کیوں کر؟ ـــــ ظاہر ہے کہ صفاتِ الٰہی سے انکار کا نتیجہ ذاتِ باری تعالیٰ سے انکار پر منتج ہوگا!

لیکن ان عقل پرستوں نے سادہ لوح لوگوں کو پھنسانے کے لیے عقلی موشگافیوں کا سہارا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا — یوں کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ماننے سے کئی خداؤں کا وجود ماننا لازم آئے گا، اور یوں اللہ تعالیٰ کی توحید کی نفی ہو جائے گی — اگر ہم صفات کو مانیں تو ان صفات کی پوزیشن کیا ہوگی؟ یا تو یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح ازلی اور قدیم ہوں گی، اندریں صورت ایک خدا نہ ہُوا، کئی خدا سامنے آ جائیں گے — ایک اللہ تعالیٰ کی ذات، اور اس کے علاوہ جتنی صفات ہوں گی، اتنے ہی خدا ہوں گے — اور یا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح ازلی اور قدیم نہ ہوں گی، تو اس صورت میں خرابی یہ لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات محلِ حوادث ہے، حالانکہ یہ غلط ہے — پس صفات سے انکار ضروری ٹھہرا!

محترم سامعین! آپ نے دیکھا کہ ایک سادہ سی بات کو فلسفے کے زور پر کس قدر اُلجھا دیا گیا ہے — ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ایک انسان میں بھی بیک وقت کئی صفات جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً وہ عالم بھی ہو سکتا ہے، منصف و عادل بھی ہو سکتا ہے، شریف النفس بھی، بلند کردار بھی، متحمل و بردبار بھی، صاحبِ عزیمت بھی، عہد و پیمان کا پکا بھی، راست گو بھی، خوب صورت بھی، خوب سیرت بھی۔ وغیرہ وغیرہ! — تو جب ایک انسان میں بیسیوں صفات جمع ہو سکتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اگر ایک کم سو، یا اس سے بھی زیادہ صفات سے متصف ہوگا تو اس سے کون سی خرابی لازم آئے گی؟ — چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم بھی مان لیا جائے تو موصوف تو بہرحال ایک ہی رہے گا، اور جب تک موصوف میں تعدد نہ آئے، اس وقت تک شرک لازم نہیں آتا! — پھر اس میں توحید کے منافی کون سی بات تھی، جسے اچھال کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی؟

فلاسفہ کے ایسے ہی اعتراضات کو رفع کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں متعدد ایسے ابواب قائم کیے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات ہوتا ہے — کہیں کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے، کہیں کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، کہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور ہے — محی ہے، ممیت ہے، خالق ہے، متکلم ہے! — اب ان صفات کو بیان کرنے کی اہمیت دیکھیے کہ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ کو متکلم نہ مانا جائے، یا اس کی اس صفت کو بیان نہ کیا جائے تو اس بے عیب ذات میں نقص و عیب لازم آئے گا — گونگا ہونا تو ہم انسان کے لیے بھی نقص سمجھتے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کو متکلّم کیوں تسلیم نہ کیا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ صاحبِ کلام ہے، جب چاہتا ہے کلام فرماتا ہے — بلکہ "فعّالٌ لّما یرید"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔۔۔ اگر اللہ رب العزت کی یہ صفات نہ مانی جائیں تو وہ "وحدہٗ لاشریک" ہی نہیں مانا جاتا ۔۔۔ اسی لیے امام بخاریؒ میدان میں آئے، امام شافعیؒ میدان میں آئے، امام احمد بن حنبلؒ میدان میں آئے اور یہ ملاان چیزوں کو ثابت کیا، جن کی فلسفۂ یونان نے نفی کی تھی۔

افسوس کہ مسلمان کہلوانے والے معتزلہ نے بھی عقل پرست فلاسفہ کی ہاں میں ہاں ملائی، بلکہ یوں کہیے کہ سب سے زیادہ اودھم انہی نے مچایا ۔۔۔ اور یہ صورتِ حال انتہائی خطرناک تھی۔ ظاہر ہے، کافر تو بہرحال کافر ہے، اس کی بات کی کوئی وقعت نہ تھی، مسلمان اس سے بدکتا بھی نہیں ۔۔۔ بدکتا اس وقت ہے، جب اپنا ہی کوئی غلط بات کہہ دے۔ ان گمراہ لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار یہ کہہ کر کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ صفات نہیں رکھتا، اس کی ذات سے علیحدہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں، تو سیدھے سادھے لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ واقعی ایسا ہی ہے ۔ یہ نہ سوچا کہ اگر ذات کی صفات کو نہ مانا جائے تو اس ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت، اس کا احترام، اس کا کمال اور حسن و جمال ہی کیا باقی رہ جاتا ہے؟ ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کر کے معتزلہ کی غلطی واضح کر دی کہ تم جس بات کو عیب سمجھے ہو، خود عقل کی روشنی میں بھی یہ خوبی ہے، شان ہے ۔۔۔ بلکہ صفات کو مان کر ہی تم مسلمان رہ سکتے ہو، ورنہ تمہارا دائرہ اسلام میں رہنا بھی مشکل و ناممکن ہو گا!

معتزلہ کی طرح امام صاحب نے فقہاء کی بعض غلط باتوں کا بھی نوٹس لیا ۔۔۔ یہ عرض کردوں کہ امام صاحب اور ان کے علاوہ دیگر محدثینِ عظام بھی، فقہاء کو بہ نظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ ان کی توہین کے نہ یہ لوگ قائل تھے، نہ ہم قائل ہیں ۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ۔۔۔ لیکن ان دنوں بعض فقہاء میں یہ بات عام گردش کر رہی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کی بیٹی یا ہمشیرہ سے شادی کرنا چاہے، اور یہ والد یا بھائی اس رشتہ سے انکاری ہوں ۔۔۔ تو شادی کا خواہش مند اگر دو جھوٹے گواہ قاضی کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دے کہ یہ اس کی بیوی ہے، اور قاضی کی مجلس میں بھی اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے تو یہ واقعی اس کی بیوی بن جائے گی۔

اب دیکھیے کہ یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور کس قدر ظلم و ستم! کیا امام صاحب کو ایسے لوگوں کی برملا تردید نہیں کرنی چاہیے تھی [illegible] سے اجازت لی جائے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اگر ثیبہ ہو تو اس سے مشورہ کیا جائے ـــــ بلا اجازت نکاح نہیں ہو سکتا:

"لا نکاح الا بولی"

چنانچہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اجاگر کرنے اور شریعت کی بالادستی وحمایت میں، نیز اس ظلم صریح کو ختم کرنے کے لیے امام صاحب نے اگر اس غلطی کا نوٹس لیا، تو اس میں کسی کی توہین یا اس پر اعتراض کا کون سا پہلو نکلتا ہے؟

اسی طرح کی ایک اور بات سنیے!

اگر کوئی امیر آدمی کسی غریب شخص کی خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، لیکن اس لڑکی کا والد اس رشتہ پر رضامند نہیں اور شادی کا خواہشمند دو جھوٹے گواہ بھی مہیا نہیں کر سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ اس غریب آدمی سے کہے، تم میری لڑکی اپنے نکاح میں لے لو میں تمہاری لڑکی اپنے نکاح میں لے لیتا ہوں ـــــ اب دیکھیے کہ یہ نکاح، نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشغار"

نیز فرمایا:

"لا شغار فی الاسلام!"

پس حدیث کی روشنی میں تو یہ نکاح منعقد ہو ہی نہیں سکتا ـــــ لیکن اس کے لیے بعض فقہاء نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ نکاح چونکہ فی نفسہٖ حقیقتاً نکاح ہے اور اس میں کوئی حرمت نہیں، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہوگا، بس اس میں ایک وصف ایسا ہے جو باطل ہے، یعنی "بضعہ" کے بدلے "بضعہ" کی شرط ! جس کا توڑ یہ سوچا گیا کہ مہر مثل دیا جائے ـــــ اب ظاہر ہے کہ غریب کی لڑکی کا مہر مثل تھوڑا ہوگا، جب کہ امیر کی لڑکی کا مہر مثل لاکھوں کے حساب سے ہو سکتا ہے، جسے یہ غریب آدمی دینے سے قاصر رہے گا تو امیر کی لڑکی تو اس کے نکاح میں نہ جا سکے گی، ہاں امیر آدمی مہر مثل دے کر اس غریب کی لڑکی پر قبضہ کرنے کے قابل ہو جائے گا ـــــ اس حیلے اور بہانے سے اگر ایک غریب آدمی پر یہ ظلم روا رکھا جا رہا ہے تو بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا انبیاء و رسل ؑ کی لائی ہوئی شریعت کی روح کیا یہی ہے؟ ـــــ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے برملا ان حیلوں کا نوٹس لیا اور فرمایا کہ یہ چیزیں غلط ہیں اور سراسر خلاف شریعت!

یہ دو باتیں تو تھیں نکاح کے بارے میں، اب زکوٰۃ کے سلسلہ کا ایک حیلہ سنیے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"لا یفرّق بین مجتمع ولا یجمع بین متفرّق"

"اکٹھی (بکریوں) کو جدا جدا، اور جدا جدا (بکریوں) کو اکٹھی نہ کیا جائے"

مثلاً جب بیت المال کا عامل زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئے تو دو آدمیوں کی اگر بیس بیس اکٹھی بکریاں ہیں — یعنی چالیس، جن پر ایک بکری زکوٰۃ پڑے گی — تو انھیں جدا جدا نہ کیا جائے تاکہ وہ بیس بیس ہو کر خارج از نصاب ہو جائیں اور اس حیلہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچا جا سکے۔ اسی طرح عامل کو بھی آپ نے منع فرمایا کہ اگر دو آدمیوں کی جدا جدا بیس بیس بکریاں ہیں تو انھیں اکٹھا کر کے (چالیس پر) ایک بکری زکوٰۃ میں وصول نہ کی جائے — دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اپنے مقصد میں کس قدر واضح ہے، آپ نے جہاں عوام کو زکوٰۃ سے بچنے کی حیلہ گری سے روکا، وہاں عامل کو بھی عوام پر ظلم سے منع فرمایا — لیکن یہاں کیا ہو رہا ہے؟ فتوٰی کیا دیا جا رہا ہے اور کتابوں میں کیا لکھا ہے؟ — وہ یہ کہ اگر صاحبِ نصاب انسان پر زکوٰۃ پڑ رہی ہے اور "حولانِ حول" (سال گزرنے) میں صرف ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے، تو یہ صاحبِ نصاب اتنی رقم اگر کسی غریب کو دے دے یا ضائع کر دے جس سے نصاب پورا نہ رہے تو وہ زکوٰۃ سے بچ سکتا ہے — انا للہ وانا الیہ راجعون!

عزیزو، دوستو! — یہ کتنی بڑی راہِ فرار دکھائی جا رہی ہے؟ کیا شریعت محمدی میں ایسی لغویات موجود ہو سکتی ہیں؟ — شریعت ایسی باتوں سے روکنے کے لیے آئی تھی یا انھیں رواج دینے کے لیے؟ — امام صاحب ایسی چیزوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روحِ شریعت کے خلاف ہیں — ہم بھی اسی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیا ہے؟ اور ان لوگوں کا کہنا کیا ہے؟ — اب انصاف آپ نے کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مانا جائے یا ایک امتی کی بات کو، جو آپؐ کا کلمہ بھی پڑھتا ہے، اپنے تئیں آپؐ کا امتی بھی کہلواتا ہے، لیکن آپؐ کے فرمان کے خلاف بات کہتا، بلکہ اس سے کھیلتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے؟

اسی طرح کی ایک اور بات سن لیجیے — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بھائی اپنی زمین مثلاً بارہ ایکڑ تقسیم کر لیں، ان کی حدود اور راستے بھی علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو:

"فلا شفعۃ فیہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ایسی زمین میں شفعہ نہیں ہو سکتا"

ہاں اگر زمین مشترکہ ہو تو پھر شفعہ ہو سکتا ہے ــــ لیکن شفعہ کو باطل قرار دینے کے لیے بعض اصحاب نے اپنی فقہ میں ایک ایسی صورت بیان کر دی جس سے شفعہ باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور وہ یوں کہ جب مشتری کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ ایک بھائی (مثلاً زید) سے آدھا مربع خریدوں گا تو دوسرا بھائی (بکر) شفعہ کر کے اسے واپس لے لے گا، تو اسے چاہیے کہ زید سے تھوڑی سی زمین، مثلاً دس مرلے خرید لے۔ اب شفعہ کرنے والا بکر یہ سوچے گا کہ میں نے دس مرلے کا شفعہ کر کے کیا لینا ہے، وہ شفعہ نہیں کرے گا تو خریدار ان بارہ ایکڑوں میں شریک بن جائے گا۔ چنانچہ اگر وہ زید سے باقی ماندہ زمین بھی خرید لے تو بکر شفعہ نہیں کر سکے گا کیوں کہ خریدار اب باقاعدہ شریک ہے ــــ لیکن سوال یہ ہے کہ شریک بننے کا یہ ناجائز راستہ کس نے دکھایا؟ ــــ امام صاحب ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے؛ دنیا کو گمراہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے، اسی لیے وہ ان کا نوٹس لیتے اور ایسے اصحاب کی ایسی فقہ کا ابطال کرتے ہیں جس سے شریعت کے اصول باطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ایسا ہی ایک مسئلہ نماز کا ہے ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم"

اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں اگر حرمت قائم ہوتی ہے تو اللہ اکبر یعنی تکبیر تحریمہ کہنے سے ــــ تکبیر تحریمہ کو تکبیر تحریمہ کہتے ہی اس لیے ہیں کہ اس کے کہہ لینے کے بعد نماز کے منافی کوئی حرکت نہیں ہو سکتی، جب کہ ان حرمتوں سے نکلنے کی صورت "سلام" ہے ــــ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں داخل ہونے کے لیے تکبیر کو اور نماز سے نکلنے کے لیے سلام کو لازم قرار دیا ہے ــــ لیکن بعض لوگوں کی کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ نمازی اگر سلام کی بجائے کوئی ایسی حرکت کرے جو نماز کے منافی ہے، تو اس حرکت کے ذریعے بھی وہ نماز سے نکل سکتا ہے ــــ مثلاً کھانا پینا یا کلام کرنا شروع کر دے، اور اس کی یہ نماز صحیح ہوگی ــــ کیوں صحیح ہوگی؟ یہ ایک لمبا چوڑا قصہ ہے، لیکن ہم یہ پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیا ہے، اور یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں ــــ سوچئے یہ کتنی بڑی جرأت ہے؟

عزیزانِ من!

غلطی سے مبرّا صرف نبی کی ذات ہے، آپؐ کے علاوہ ہر انسان سے غلطی ہو سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ غلط کو غلط، اور صحیح کو صحیح مان لیا جائے ـــــ غلط کو صحیح ثابت کرنے یا اس سے چمٹنے کا کوئی جواز نہیں، لیکن فقہاء نے جب ایک بات کہہ دی تو ان کے ماننے والوں نے اسی کو حرفِ آخر سمجھ لیا، یہی بنیادی غلطی ہے ـــــ حرفِ آخر بات یا تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور یا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی! ـــــ طرفہ یہ کہ دعویٰ پھر بھی یہی ہے کہ ہم رسولؐ کی ہر بات کو مانتے ہیں، لیکن عملاً ہوتا یہ ہے کہ آپؐ کے فرامین کی تاویل کی جاتی ہے، انھیں توڑا مروڑا جاتا ہے اور یا پھر ان کے سیدھے سادھے معنیٰ و مفہوم کو چھوڑ کر غلط اور گنجلک قسم کے معانی بیان کیے جاتے ہیں ـــــ الغرض، فقہ تو امام بخاریؒ اور دیگر محدثین نے بھی پیش کی ہے، لیکن محدثین کا اس سے مطمحِ نظر حدیث کا معنیٰ و مفہوم پیش کر کے حدیث کو منوانا ہوتا ہے، جبکہ فقہاء حدیث کو اپنی بات منوانے کے لیے پیش کرتے ہیں، یہ بنیادی فرق ہے محدثین و فقہاء میں ـــــ محدثین کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ جو مفہوم ہم پیش کر رہے ہیں، اسی کو مانو ـــــ لیکن فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کہہ دیا اور جو کچھ ہماری زبان سے نکلا، وہی حرفِ آخر ہے ـــــ جب ان سے کہا جائے کہ تم نبی تو نہیں ہو، حرفِ آخر تو نبی کی بات ہوتی ہے، تو پھر نبیؐ کے کلام میں سے ایسا کلام ڈھونڈا جاتا ہے جسے ان کی بات سے بڑا دور کا واسطہ ہوتا ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ لو جی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات ہماری مؤید ہے ـــــ سوچیے، صورتِ حال کس قدر افسوسناک ہے، لیکن ایسی بہت سی باتیں کتابوں کے اندر موجود ہیں، جن سے انکار ناممکن ہے۔

محترم سامعین!

امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں ایسے مؤرخین کی بھی خبر لی ہے جو اپنے مخصوص نظریات کی بناء پر تاریخِ اسلام کے ٹھوس حقائق کو جھٹلا دیتے ہیں ـــــ مثلاً بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مخصوص وصیت تھی، لیکن امام صاحب صحیح بخاری میں خود حضرت علی رضؓ سے ایک ایسی روایت پیش کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے ـــــ اس میں یہ صاف الفاظ موجود ہیں کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا، لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں، کیا آپؓ کے پاس کوئی خاص چیز موجود ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تو اللہ کی کتاب موجود ہے، اور یا پھر تلوار کے میان میں ایک ایسا ورق، جس میں دیت کے مسائل لکھے ہوئے ہیں ـــــ گویا حضرت علیؓ تو خود یہ فرما رہے ہیں کہ میرے پاس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی وصیت موجود نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ اے علیؓ میرے بعد آپ خلیفہ

© rasailojaraid.com